ماہوار خبرنامہ ستمبر ۱۹۹۹ء

مرکزی احمدیہ انجمن لاہور۔ پاکستان ۞ دارالسلام ' ۵-عثمان بلاک 'نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور۔ پاکستان

صرف احباب جماعت کے لئے

○ حضرت امیر کی صحت کے بارے میں

حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کی صحت خدا کے فضل و کرم سے کافی بہتر ہے اور دفتری امور کی نگرانی حسب معمول فرما رہے ہیں۔ ان کی درخواست ہے کہ ان کی کامل صحت اور خدمت دین کی توفیق کے لئے احباب اپنی پرخلوص دعائیں جاری رکھیں۔

○ ارشاد امیر احباب جماعت کے نام

احباب جماعت خود بھی نماز پنجگانہ کا اہتمام کریں۔ بچوں کو بھی تلقین کریں۔ نماز تہجد کی بھی عادت ڈالیں اور اس پر مستقل مزاجی سے قائم رہیں۔ دین اسلام اور جماعتی ترقی کے لئے دعا فرماتے رہیں۔ تبلیغ و اشاعت دین اور استحکام جماعت کے لئے اپنے اموال انجمن کے نام وقف کریں۔

○ کامیابی

لاہور کے محترم بھائی ممتاز احمد باجوہ صاحب کی بیٹی جویریہ ممتاز نے بی اے امتیازی نمبروں سے پاس کیا ہے اور اب ایم اے میں داخلہ لیا ہے۔ اللہ ان کے علم میں اضافہ فرمائے۔

○ وفات

محترمہ رضیہ فاروقی بنت حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم ۲۱ ستمبر کو انگلستان میں وفات پا گئیں۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ان کی میت ہوائی جہاز سے لاہور لائی گئی۔ محترم ڈاکٹر عبدالکریم سعید صاحب نے جامع دارالسلام' لاہور میں ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور پھر ان کی میت کو احمدیہ قبرستان' دارالسلام' نیو گارڈن ٹاؤن' لاہور میں سپرد خاک کیا گیا۔ مزید تفصیلات کے لئے محترم کیپٹن عبدالسلام خاں کا تعزیتی مضمون ملاحظہ فرمائیں۔

○ دعا

مرکزی انجمن کے دیرینہ مخلص کارکن احمد حسین صاحب' جن کی ٹانگ میں گینگرین ہو جانے کی وجہ سے اس کا کچھ حصہ

آپریشن کے ذریعے کاٹنا پڑا۔ اب ٹانگ کا زخم تو تقریباً ٹھیک ہو چکا ہے لیکن مزید علاج کے لئے وہ انگلستان گئے ہیں۔

مرکزی انجمن کے کارکن محترم انوار احمد صاحب کی بیوی سلمہ انوار احمد کا گذشتہ ماہ ایک حادثہ میں بازو کا فریکچر ہو گیا تھا۔ ہڈی ٹھیک طرح جڑ نہ رہی تھی۔ اس لئے آپریشن کرنا پڑا۔

محترم و مکرم مولانا عبدالمنان صاحب خلف الرشید حضرت حکیم مولانا نورالدین صاحب مرحوم و مغفور امریکہ میں ایک ہسپتال میں زیر علاج ہیں۔

ہمارے محترم بزرگ مبلغ مولوی محمد علی صاحب' دارالسلام' لاہور گذشتہ دنوں سخت بیمار ہو گئے تھے اور انہیں ہسپتال میں داخل کرنا پڑا تھا۔ خدا کا شکر ہے اب صحت کافی بہتر ہے۔

ان سب احباب کی صحت کاملہ کے لئے درد دل سے دعا فرمائیں۔

○ سرینام سے محترم مولانا راجہ محمد بیدار صاحب کا تازہ خط

مکرمی و محترمی السلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ

میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے بخیریت پہنچ گیا تھا۔ ہالینڈ میں مجھے تقریباً ۸ گھنٹے سے زیادہ رکنا پڑا اور ۸ گھنٹے کی متواتر پرواز کے بعد تقریباً ۸ بجےساندولی ایئرپورٹ سرینام پر اترا۔ وہاں ویزا بھی لینا تھا۔ جس پر کچھ وقت لگ گیا۔ پھر فارغ ہونے کے بعد تقریباً پون گھنٹہ میں ہم کنونشن میں شمولیت کے لئے پہنچ گئے۔ احباب نے خوشی کا اظہار کیا اور ملنے ملانے کے بعد سٹیج پر مجھے لے گئے۔ وقت کافی ہو گیا تھا۔ نیز جلسہ کا پروگرام بھی اختتام پذیر ہونے والا تھا۔ مجھے کچھ کہنے کا موقعہ دیا گیا۔ بعد میں جماعت میں نمایاں خدمات سرانجام دینے والوں کو ستارۂ احمدیت بھی دیا گیا۔ میاں فضل احمد صاحب کو بھی یہ تمغہ دیا گیا۔ پھر میاں صاحب نے مرکز کی طرف سے رشید پیر خاں صاحب کو بھی یہ اعزاز دیا۔

میں چونکہ کنونشن کے بالکل آخر پر پہنچا تھا لہٰذا میں رپورٹ تیار نہیں کر سکا۔ البتہ میاں فضل احمد صاحب نے تفصیلی رپورٹ تیار کی ہے۔ شاید اب تک وہ آپ کو مل چکی ہو گی۔ ٹرینیڈاڈ سے کمال ہیڈل صاحب مع اہلیہ محترمہ اور دیگر کئی احباب آئے۔ یہ لوگ خورشید مجو صاحب مرحوم کے گھر ٹھہرے تھے۔ جو مسجد سے کافی دور ہے۔ ان سب سے مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ گیانا سے سرگرم نوجوان منصور بخش صاحب' احمدیہ انجمن اشاعت اسلام' گیانا کے صدر عالم شاہ صاحب اور دیگر کئی احباب بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ منصور بخش صاحب کی والدہ صاحبہ بھی تشریف لائی تھیں۔ جو بعد میں دو تین تک ٹھہرے اور کئی جگہ پارٹیوں میں ان سے ملاقات ہوتی رہی۔ گیانا کے کئی احباب و خواتین مسجد کے قریب جونی ہوٹل میں ٹھہرائے گئے تھے۔ جو جماعت کے ایک صاحب جونی دولی کا ہے اور یہ لوگ دینی لحاظ سے مجھے بہت پسند آئے ہیں۔

صبح کی نماز میں تمام احباب شریک ہوئے۔ جرمنی سے چوہدری سعید احمد صاحب' امام برلن میرے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ ہالینڈ کے نور سردار صاحب سے مل کر بڑی خوشی ہوئی۔ نیز فاضل رمضان صاحب سے بھی ملاقات ہوئی۔ ظہور روجن صاحب بھی آئے ہوئے تھے وہ ۲۳ اگست کو واپس چلے گئے۔ سنا ہے فاضل رمضان صاحب اور نور سردار صاحب کچھ دن اور رہیں گے اور ان سے انشاء اللہ ملاقات ہوتی رہے گی۔ گذشتہ جمعہ میں بھی آئے تھے۔

نوجوان منصور بخش بہت ہی عمدہ آدمی ہیں اور سنا ہے انہوں نے کنونشن میں اردو میں بڑی اچھی تقریر کی تھی۔ ٹرینیڈاڈ کے عنایت محمد صاحب نے بھی تقریر کی تھی۔ یہاں کی جماعت نہ صرف بڑی فعال ہے بلکہ افرادی قوت کے لحاظ سے دنیا میں ہماری سب سے بڑی جماعت ہے۔

○ محترم میاں فضل احمد صاحب کے ہالینڈ کے دورہ کی مختصر رپورٹ

گزشتہ خبرنامہ میں ہم نے محترم میاں فضل احمد صاحب کے سرینام بین الاقوامی احمدیہ کنونشن اور کنونشن ہال کی افتتاحی تقریب میں شمولیت اور دیگر مصروفیات کی مختصر رپورٹ شائع کی تھی' پاکستان سے جاتے ہوئے محترم میاں صاحب ۸ تا ۱۱ اگست ہالینڈ میں رکے جہاں انہوں نے ہیگ' روٹر ڈیم اور یوتریخت کی جماعتوں کا دورہ کیا اور احباب جماعت سے ملے۔ اس دورے کی رپورٹ تقریباً" ۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہم موجودہ خبرنامہ میں مختصر رپورٹ قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

"۸ اگست ۱۹۹۹ء کو ہالینڈ کے وقت کے مطابق صبح ۱۵-۶ منٹ پر سکپ فول کے ہوائی اڈہ پر اترا۔ ہوائی اڈے پر محترم عبدالسنتو صاحب اور محترم نصراللہ صاحب مجھے لینے آئے ہوئے تھے ان کے ساتھ بذریعہ کار ان کے گھر روٹر ڈیم پہنچے۔ شام کو کھانے پر جماعتی امور پر دیر تک باتیں ہوتی رہیں کیونکہ دوسرے دن جماعت کے دیگر احباب سے ملاقاتیں ہونی تھیں۔ اس لئے میں چاہتا تھا کہ حالات کا مجھے صحیح علم ہو سکے۔

شام کو مسعود اختر صاحب کا امریکہ سے فون آیا کافی دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ان کا ارادہ ہے کہ اگلے سال ستمبر میں یعنی ۲۰۰۰ء میں اپنے خرچ پر چار ماہ کے دورے پر بھارت' انڈونیشیا اور پاکستان کا دورہ کریں اور لاہور میں جلسہ سالانہ میں بھی شرکت کریں۔ انہوں نے میری اس تجویز سے اتفاق کیا کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی ان کتب کا انگریزی میں پہلے ترجمہ ہونا چاہیے جن میں انہوں نے نہایت وضاحت سے اپنے دعویٰ کی وضاحت اور لفظ نبی کے استعمال کی قرآن مجید اور احادیث سے روشنی ڈالی ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے مواد اکھٹا کرنے اور رہنمائی اور تعاون کا وعدہ فرمایا ہے۔

۹ اگست کی شام کو محترم نصراللہ صاحب کے گھر دعوت تھی۔ اس دعوت میں دیگر جماعت کے احباب اور

دوستوں کے علاوہ محترم عبدالسنتو صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ اور ایم۔ ایس نصر اللہ صاحب بھی شریک تھے۔ جماعت کو منظم کرنے اور تحریک احمدیت کے مختلف مسائل زیر بحث آئے۔ محترم ایم۔ ایس نصر اللہ صاحب حال ہی میں جماعت کے صدر منتخب ہوئے ہیں ۵۰،۰۰ گلڈرز جو کسی تنازع کی وجہ سے بینک میں رکے پڑے تھے وہ اب جماعت کے مرکز کی تعمیر اور دیگر کاموں کے لئے استعمال ہو سکیں گے۔ نئی تنظیم زیادہ فعال لوگوں پر مشتمل ہے اور امید ہے جماعت اب زیادہ منظم طریق پر آگے بڑھے گی۔

رات ۱۰ بجے کے قریب گھر آئے۔ واپس آ کر محترم عبدالسنتو صاحب سے انٹرنیٹ پر اس ویب سائٹ کے متعلق تفصیل سے گفتگو ہوئی۔ جو انہوں نے مرکزی انجمن کی اجازت سے سے شروع کی ہے اس کے لئے انگریزی میں مواد کے لئے انہوں نے مرکزی انجمن سے تعاون کی درخواست کی ہے۔

۱۰ اگست کا دن سرینام کے لئے ویزہ حاصل کرنے میں صرف ہوا۔ واپسی پر محترم عبدالسنتو صاحب سے اس پیش کش پر گفتگو ہوئی جو انہوں نے ریٹائر ہونے پر انجمن کے کاموں کے لئے وقف کرنے کی ہوئی ہے جس میں وہ اپنا وقت ہالینڈ اور برلن مسجد کے تبلیغی کاموں پر صرف کریں گے۔ ان کے ارادے اور جذبہ خدمت قابل قدر ہیں ان کی پیش کش ۲۰۰۰ء تا ۲۰۰۳ء تین سال کے دوران ہو گی گفتگو کے دوران انہوں نے اپنے مجوزہ پروگرام کی کچھ تفصیل بھی بتائی۔

رات کو احمدیہ انجمن ہالینڈ کی فیڈریشن کی میٹنگ تھی۔ اس میں مختلف جماعتوں کے نمائندوں سے ملنے کا موقع ملا۔ محترم مولانا عبد الرحیم صاحب جگو نے افتتاحی کلمات کہے۔ مختلف جماعتوں سے متعلق امور اور مسائل اور تجاویز پر تفصیل سے غور کیا گیا۔ خاص طور پر یو تریخت کے مرکز میں گنبد اور مینار کی تعمیر کے متعلق مالی معاونت پر غور کیا گیا اور مرکز اور دیگر بیرونی جماعتوں سے مدد کی اپیل کو موثر بنانے کی تجاویز پر غور کیا گیا ہے اس کام پر تقریباً ۷۵۰۰۰ گلڈرز اندازاً خرچ آئیں گے۔ فیڈریشن کا یہ اجلاس یوتریخت کے احمدیہ سنٹر میں ہوا۔ میں نے اپنی مختصر تقریر میں پنجگانہ نماز اور نماز تہجد کے قیام کے بارے میں حضرت امیر ڈاکٹر اصغر حمید صاحب کا پیغام پہنچایا اور اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ ہالینڈ کی تمام جماعتیں فیڈریشن کے ذریعہ ہی مرکزی انجمن سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں۔ میں نے بیرونی جماعتوں کی سرگرمیوں خاص طور پر انڈونیشیا اور ہندوستان کے تازہ حالات سے ممبران کو آگاہ کیا جن کا دورہ گزشتہ سال میں نے کیا تھا۔ روسی زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ کا بطور خاص ذکر کیا اور اس بات پر زور دیا کہ جتنا زیادہ رابطہ اور تعاون باہم جماعتوں میں ہو گا۔ تحریک احمدیت لاہور کی سرگرمیاں اتنا ہی آگیں بڑھ سکیں گی۔ میں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مرکزی انجمن نے مجھے بطور خاص ہدایت کی ہے کہ میں ذاتی طور پر تمام

جماعتوں کے حالات معلوم کروں کہ کن امور میں مرکزی انجمن ان کی امداد کر سکتی ہے۔

۱۱ اگست شام کو ہیگ جماعت کے ساتھ ملاقات ہوئی اور موجودہ عہدیداران سے جماعت کی سرگرمیوں کا علم ہوا۔ اجلاس کے شروع میں صدر جماعت نے تمام ممبران سے میرا تعارف کروایا۔ پھر سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا جس میں بیرونی جماعتوں کے حالات اور تراجم قرآن خصوصاً" ڈچ ترجمۃ القرآن پر تفصیل سے گفتگو ہوئی۔

اسی رات کو ہیگ کی سٹچنگ احمدیہ انجمن کے تین ممبران محترم شکور حسینی صاحب' مولانا احمد علی صاحب اور ایم۔ ایس سردار صاحب سے ان کے سینٹر میں ملاقات ہوئی۔ شبیر حسینی صاحب اور نور سردار صاحب امریکہ گئے ہوئے تھے۔

اب تک یہ انجمن "فاؤنڈر آف دی احمدیہ موومنٹ" اور "نماز" ڈچ میں شائع کر چکی ہے ڈاکٹر زاہد عزیز صاحب کی انٹروڈکشن ٹو اسلام کا ترجمہ مکمل ہو چکا ہے۔ کئی مزید کتب اور کتابچوں کو ڈچ میں ترجمہ کا کام جاری ہے۔ چیکنگ کا کام محترم شبیر حسینی صاحب خود کرتے ہیں۔

چونکہ قرآن مجید کے ڈچ ترجمہ کی ہالینڈ اور سرینام میں بے حد مانگ تھی اس لئے پرانے ترجمہ کو ہی ۵۰۰۰ کی تعداد میں بھارت سے شائع کیا گیا جو اس وقت فروخت ہو رہا ہے اس کے لئے رقم احمدیہ انجمن امریکہ نے فراہم کی۔

سٹچنگ احمدیہ انجمن' ہیگ کے نوجوان سیکرٹری ایم اے سردار سے مل کر بے حد متاثر ہوا۔ امید ہے ایسے نوجوانوں کے ذریعے ہالینڈ میں تحریک احمدیت کا مستقبل تابناک ہو گا۔ ۱۲ اگست کی صبح سکفول ایئرپورٹ سے سرینام کے لئے روانہ ہوا۔

○ انگلستان سے محترم فخرالدین احمد صاحب کا محترم بشارت احمد بقا صاحب کی وفات پر درد بھرا تعزیتی خط

ووکنگ ۱۱ ستمبر ۹۹

مجی اخویم سلمہ اللہ تعالیٰ

اسلام علیکم و رحمتہ اللہ و برکاتہ۔ کل صبح جولائی کا خبرنامہ ملا۔ محترم بقا صاحب کی وفات کی خبر نے چونکا دیا۔ سمیرا' ان کی امی' اظہر' مظہر اور راغب ہم سب کو رنج و ملال ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق' ثبت اسدت برجریدہ عالم دوام ما۔ موت سے کس کو رستگاری ہے۔ آج وہ کل ہماری باری ہے۔ صحیح مسلم میں ایک دعا ہے "اے اللہ تو نے جان میری پیدا کی اور تو ہی اس کو مارے گا۔ تیرے ہی لئے ہے موت اس کی اور زندگی اس کی۔ اگر تو اس کو زندہ رکھے۔ پس حفاظت کر اس کی گناہوں سے اور اگر مارے تو اس کو' پس بخش اس کو۔" ہم بھی آج خیرالغافرین کے حضور دعاگو ہیں کہ اے آقا ہمارے اس بھائی کی مغفرت فرما۔

مرنا تو حق ہے اور ایک نہ ایک دن ہم سب نے سفر آخرت پر روانہ ہونا ہے۔ ہاں بعض ایسے وجود ہوتے ہیں کہ جن کی

وفات سے بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سال ہمیں محترم عبدالرزاق صاحب (بمبئی) کی وفات کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ وہ ایک مجاہد اور خادم دین تھے۔ اب بقا صاحب عالم فنا سے عالم بقا کو چل دیئے۔ راضی ہیں ہم رضا پہ تیری کردگار آج۔ ان دونوں مجاہدوں نے جو خلا چھوڑا ہے وہ بہت دیر میں پورا ہو گا۔

میاں بشارت احمد صاحب ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد بزرگوار میاں محمد اسمٰعیل صاحب اپنے وقت کے نامور آٹو انجینئر تھے۔ علم دوست اور علم پرور تھے۔ اپنے بیٹوں کی تعلیم میں انہوں نے گہری دلچسپی لی۔ محترم بشارت احمد صاحب کے بڑے بھائی میاں شریف احمد، نذیر احمد اور چھوٹے بھائی میاں ممتاز احمد اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ سارا گھر احمدیت کا پروانہ تھا۔ تقسیم ملک سے بہت پہلے ایک مرتبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب (معاون مدیر "ریویو آف ریلیجنز") کا راولپنڈی آنا ہوا۔ میاں محمد اسمٰعیل صاحب نے ان کے اعزاز میں دعوت کا اہتمام کیا اور جماعت لاہور اور جماعت قادیان سے تعلق رکھنے والے احباب کو احمدیت کے اس روشن ستارہ سے ملنے کا موقعہ فراہم کیا۔

محترم بشارت احمد صاحب مدت سے راولپنڈی میں مقیم تھے۔ یہاں ان کے والد بزرگوار کا کاروبار تھا۔ تعلیم ان بھائیوں نے یہیں حاصل کی۔ خواجہ محمد عبداللہ سیالکوٹی مرحوم کی توجہ اور تربیت سے بشارت احمد صاحب عنفوان شباب سے ہی خدمت دین کے جذبہ سے سرشار تھے۔ سالانہ جلسہ کے موقع پر دن کو تو تقریریں ہوتیں اور رات کو شیخ غلام حسین صاحب سیالکوٹی، شیخ مولا بخش صاحب لائلپوری، خواجہ محمد عبداللہ صاحب، الحاج حافظ محمد حسن چیمہ صاحب مرحومین کی مجلس جمتی جہاں جماعت قادیان سے اختلافی مسائل پر گفتگو رات گئے تک جاری رہتی۔ محترم بشارت صاحب ان مجالس میں موجود رہتے اور ان کی گفتگو سے استفادہ کرتے۔ ۱۹۳۵ء میں جب راولپنڈی میں جماعت قادیان کے علماء سے مباحثہ ہوا (اس کی روئداد "مباحثہ راولپنڈی" کے عنوان سے چھپ چکی ہے) تو محترم بشارت احمد صاحب اپنی جماعت کی طرف سے نگران تجویز ہوئے تھے۔ ان کا طالب علمی کا زمانہ تھا۔ دن کو کالج جاتے اور رات گئے تک مباحثہ میں موجود رہتے۔

محترم بشارت احمد صاحب دینی علم کے علاوہ ادبی مشاغل میں بھی حصہ لیتے۔ شروع میں ملالی تخلص اختیار کیا۔ بعد میں بقا سے متخلص ہوئے۔ ان کا کلام نغمات احمدیت میں موجود ہے۔ خدمت دین کا جذبہ تو ان میں بدرجہ اتم موجود تھا۔ بی اے پاس کرنے کے بعد وہ مرکز لاہور میں تبلیغی کلاس میں داخل ہو گئے۔ ابھی ابتدائی مدارج طے کر رہے تھے کہ محترم میاں مولا بخش لائلپوری مرحوم کی مردم شناس نگاہ نے اس جوہر قابل کو ڈھونڈ نکالا اور انہیں اپنے بچوں کی تربیت کے لئے اتالیق مقرر کر دیا۔ چنانچہ امرتسر میں میاں عطاء اللہ خلف میاں مولا بخش مرحوم کے بیٹے بشارت احمد صاحب کی تربیت میں رہے۔ بڑے ہو کر یہ صاحبزادے ہمیشہ اپنے استاد کا احترام کرتے رہے۔ کچھ عرصہ کے لئے موصوف میاں چنوں اور سرہند میں بھی کام کرتے رہے۔ ۱۹۴۰ء کے قریب محترم بشارت احمد صاحب نے سرکاری ملازمت کا آغاز راولپنڈی سے ہی کیا۔ دوران ملازمت وہ راولپنڈی کے علاوہ سیالکوٹ اور واہ چھاؤنی میں بھی رہے۔ وہ ایک فرض شناس، دیانتدار اور قابل اہلکار تھے اور ڈپٹی اسسٹنٹ کنٹرولر کے عہدہ سے ریٹائر ہوئے۔ ملازمت کے دوران وہ برابر دینی خدمات بجا لاتے رہے۔ راولپنڈی، واہ اور سیالکوٹ میں جمعہ کا خطبہ بھی دیتے رہے۔ ایک صاحب علم اور صاحب قلم احمدی تھے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد کچھ عرصہ کے لئے میاں فاروق احمد صاحب کی فاروقیہ میں سیمنٹ فیکٹری میں اکاؤنٹس آفیسر بھی رہے۔ خدمت دین کے بے پناہ جذبے نے انہیں زیادہ دیر فاروقیہ میں نہ رہنے دیا اور وہ سب کچھ چھوڑ کر لاہور آ گئے اور مرکزی انجمن میں خدمات دین بجا لانے لگے۔ یہاں وہ مینجر دارالکتب اسلامیہ افسر نشر و اشاعت، ناظم دارالسلام اور

جوائنٹ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ وہ ایک محقق، مصنف اور ناقد بھی تھے۔ انجمن کی مجالس معتمدین اور منتظمہ کے برسوں رکن رہے اور گرانقدر خدمات دینیہ سرانجام دیں۔

مرحوم کو سلسلہ کے لٹریچر اور تاریخ پر قابل قدر عبور حاصل تھا۔ قلم میں روانی، انداز بیان مدلل اور دلنشین ہوتا۔ اختلافی مسائل پر قلم اٹھاتے تو ایک ایک کونہ کدرا چھان ڈالتے۔ حضرت مولانا نورالدینؓ کے دور قیادت میں ایک گمنام پمفلٹ جماعت میں تقسیم ہوا۔ اس میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب پر اعتراضات کئے گئے تھے۔ اس وقت تاثر یہ دیا گیا کہ یہ جسارت احباب لاہور نے کی ہے۔ یہ معمہ بھی مرحوم کی کاوشوں سے حل ہوا۔ انہوں نے کھوج لگایا تو معلوم ہوا کہ یہ کارستانی صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب مرحوم کے حاشیہ بردار نے کی تھی۔ بین الجماعت اختلافی مسائل کفر و اسلام، ختم نبوت، خلافت کے موضوعات پر مرحوم نے کئی صفحات لکھے جو جماعت میں بڑے مقبول ہوئے۔ مجھے علم ہے کہ بہت سے اہل علم اور دانشور مرحوم کے حلقہ ارادت میں تھے۔ بدو ملی کے چوہدری نصیر احمد ملی جو کسی وقت پنجاب کے صوبائی وزیر بھی رہے، چوہدری شکراللہ منصور صاحب، مولانا عبدالمنان عمر صاحب بشارت احمد بقا صاحب مرحوم سے ملنے آیا کرتے تھے۔

پروفیسر محمود غازی نے جو جنوبی افریقہ کی عدالت عالیہ میں حافظ شیر محمد خوشابی مرحوم کے دلائل سے عاجز آ چکے تھے "قادیانی مسئلہ اور جماعت لاہور کی حیثیت" کے عنوان سے ایک کتابچہ انگریزی میں حکومت کی سرپرستی میں شائع کیا۔ محترم بقا صاحب نے اس کتابچہ میں اٹھائے گئے اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا۔ جو ان کے تبحر علمی کا ثبوت ہے۔ ہالینڈ میں ایک مولوی صاحب نے احمدیت کے خلاف زہر چکانی کی۔ بقا صاحب نے اس کا بھی مدلل اور مفصل جواب دیا۔ الغرض ان کی زندگی کے آخری ایام تمام تر خدمات دین بجا لانے میں بسر ہوئی۔ دو مرتبہ انہیں امریکہ جانے کا موقع ملا اور تقسیم کے بعد ایک دفعہ بھارت جانے کا۔ ان مواقع پر بھی انہیں خدمت دین مدنظر رہی۔ ریاست جموں و کشمیر میں انہوں نے دورہ کیا اور دور دراز مقامات پر جا کر مسیح موعود کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو تلاش کیا اور اس بارے میں ایک مفصل رپورٹ مرکزی انجمن کو پیش کی۔ بھارت میں احیائے جماعت لاہور کی یہ پہلی کوشش تھی۔ یہ آج سے قریباً بیس سال پہلے کی بات ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ اس مجاہد بھائی پر سفر آخرت آسان کرے۔ انہیں اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ جب تک ان کے مضامین اور علمی کاوشیں باقی ہیں ان کا نام زندہ رہے گا۔ والسلام

(غمزدہ فخرالدین احمد)

○ محترم اور معزز بھائی جناب عبدالرزاق صاحب کی یاد میں عقیدت کے چند پھول

محترمہ زمرد رمضان صاحبہ، راولپنڈی

جناب عبدالرزاق صاحب مرحوم و مغفور کی یاد میں چند سطور ارسال کر رہی ہوں۔ اس حقیقت سے ہم سب واقف ہیں کہ محترم رزاق صاحب پورے ہندوستان میں ایک چلتی پھرتی انجمن تھے۔ ان کا چھوٹا سا فلیٹ دنیا کی تمام احمدی جماعتوں کے لئے مہمان خانہ تھا۔ کتب خانہ تھا اور دنیا میں ہماری تمام جماعتوں سے ان کا رابطہ اور ذاتی تعلقات تھے۔ ان کے نام سے تو میں بخوبی واقف تھی اور اخبارات اور خبرنامہ کے ذریعہ ان کی کارکردگی کا علم ہوتا رہتا تھا۔ پھر جلسہ سالانہ پر بھی کئی مرتبہ ان کی تقاریر سننے کا موقع ملا اور دل میں ان کی عزت اور احترام بڑھتا گیا۔ لیکن جب ۱۹۸۵ء میں ان کے چھوٹے سے فلیٹ میں کچھ دن گذارنے کی سعادت نصیب ہوئی تو ان کی مہمان نوازی، اخلاص اور دینی جذبہ سے بڑے بھرپور انداز میں مستفیض ہونے کے موقع ملا۔ میری بڑی بیٹی

حاجرہ کی شادی کے بعد میرے شوہر محمد فاضل رمضان صاحب کی بہنیں اور کزن نے ہندوستان جانے کا پروگرام بنالیا۔ چنانچہ فاضل رمضان صاحب، میری چھوٹی بیٹی سارہ، فاضل صاحب کی بہنیں اور کزن۔ ان سب لوگوں کا قافلہ لاہور سے بمبئی کے لئے روانہ ہوا۔ ہوائی جہاز کے بروقت ٹکٹ نہ ملنے پر بس اور ریل کا بائیس گھنٹوں کا سفر کر کے ہم بمبئی پہنچے۔ محترم رزاق صاحب کو فون پر آنے کی اطلاع پہلے دی ہوئی تھی۔ انہوں نے ایک اچھے ہوٹل میں ہمارے ٹھہرنے کا بندوبست کیا ہوا تھا۔ ایک رات وہاں ٹھہرنے کے بعد میں نے اندازہ لگایا کہ اس ہوٹل کے اخراجات ہمارے اندازے اور استطاعت سے کہیں زیادہ ہیں۔ میں نے اس کا ذکر محترم رزاق بھائی سے کیا۔ اس جنتی شخص نے نہ گھر فون کیا کہ اتنے مہمانوں کو گھر میں کیسے ٹھہرایا جائے گا۔ شاید ان کو اپنی بیوی پر اتنا اعتماد تھا۔ انہوں نے فوری طور پر ہم سات افراد کو اپنے چھوٹے سے فلیٹ میں لے جانے کی حامی بھرلی۔ ہوٹل کے اخراجات کی وجہ سے میں بھی مجبور تھی کہ اس دعوت کو قبول کروں۔ لیکن دل میں سوچا کہ باقی لوگ تو شاید ہوٹل کے اخراجات برداشت کر سکیں گے اس لئے ان کو ہوٹل میں ہی رہنے دیتے ہیں اور ہم میاں بیوی اور بچی محترم رزاق بھائی کے فلیٹ میں چلے جاتے ہیں اور پھر سات افراد کی اس فلیٹ میں گنجائش بھی نظر نہ آتی تھی۔ لیکن میرے شوہر فاضل صاحب کا کہنا تھا کہ سب کو رہنا ہے تو اکٹھے رہنا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کچھ لوگ ہوٹل میں رہیں اور کچھ فلیٹ میں۔ میں ان کو اکیلا ہوٹل میں نہ چھوڑوں گا۔ چنانچہ سات افراد پر مشتمل یہ قافلہ سب کے سب اس چھوٹے سے فلیٹ میں چلے گئے۔ ایک کمرہ تھا اور سات افراد کا کھانا پینا اور ہر طرح کی خاطر مدارات۔ رزاق بھائی، ان کی بیوی اور بھتیجی ماتھے پر نہ کوئی شکن نہ گھبراہٹ، نہایت خندہ پیشانی سے کھانا پینا ہوتا رہا۔ بمبئی کے مختلف مقامات کی سیر بھی ہوئی۔ صبح سے شام بیگم عبدالرزاق ہماری خدمت کے لئے کمربستہ تھیں اور رزاق بھائی تھے کہ خاطر مدارات کرتے نہ تھکتے بلکہ پھر بھی معذرت کرتے کہ وہ ہماری صحیح خدمت نہ کرپا رہے ہے۔ آخر ہمیں ٹرین پر بٹھا کر لوگوں کو کہہ کر کہ یہ مہمان ہیں ان کو سیٹ دیں۔ کیونکہ ان کی جگہ ریزرو ہیں اور اس طرح بمبئی میں ہمارا قیام نہ صرف انتہائی دلچسپ رہا بلکہ ہمیں محترم رزاق صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ کے اخلاص، مہمان نوازی اور خدمت سے لطف اندوز ہونے کا موقعہ ملا۔ ان چند دنوں کی یادیں ان مٹ نقوش چھوڑ گئیں۔

محترم رزاق بھائی کی دل کی تکلیف ان کے سر پر موت بن کر منڈلاتی رہی لیکن خدا کی مہربانی سے وہ دن رات دین کے کام میں ہمہ تن مصروف رہے اور لوگوں کو اپنے دینی علم اور دینی جذبہ خدمت سے نوازتے رہے۔ آج جب وہ اپنے مولائے حقیقی سے جا ملے ہیں ان کا دینی جوش و جذبہ، خدمت گذاری دلوں کو رلا رہی ہے اور نمناک آنکھوں سے میں ان کی مغفرت کے لئے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگ رہی ہوں۔ وہ جنتی شخص تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ ان کی بیگم صاحبہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور ان کو ہمت اور استقامت دے کہ وہ بھی جتنا ہو سکے اپنے مرحوم خاوند کے کام کو آگے بڑھا سکیں۔ مجھے ذاتی طور پر علم ہے کہ وہ گذشتہ چند سالوں میں ہر جگہ ان کے ساتھ جایا کرتی تھیں اور کافی حد تک ان کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو مزید دین کی خدمت کرنے کا موقع عطا فرمائے۔

○ رضیہ خالہ کی یاد میں

کیپٹن عبد السلام خان

کل بروز اتوار ۲۶ ستمبر ۱۹۹۹ء کو صبح پونے آٹھ بجے جب پی آئی اے کا طیارہ خالہ مرحومہ کا تابوت لے کر لاہور ایئرپورٹ پہنچا

تو مجھے باور نہیں آ رہا تھا کہ ہماری پیاری خالہ جو شمع و جان انجمن تھیں ایک تابوت میں مشت خاک بن کر بھی آ سکتی ہیں انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کل شام ہی بعد از نماز عصر جب مرحومہ کو دارالسلام کے احمدیہ قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا تو میرے ذہن کی سکرین پر ان کے نوے سالہ زندگی کا وہ قریباً" ستر سالہ دور جس کا میں خود شاہد تھا ایک فلم کی طرح منعکس ہو رہا تھا۔ اسی ضمن میں کئی ایک شعر بھی زبان پر آتے گئے۔ خالہ کا پاکستان اور اس کی سرزمین سے لگاؤ ان کی وصیت کہ مجھے لاہور لے جا کر میانی صاحب کے قبرستان میں دفنایا جائے سے عیاں ہے۔ اہالیان پاکستان ہمارے ساتھ خواہ کیسا ہی سرد مہری و بیگانگی کا سلوک کریں مگر اس عروس البلاد مادر وطن' ارض وطن سے ہم سب کو جو دلی لگاؤ ہے وہ ان کی وصیت سے ظاہر ہے۔

گویا خالہ جان زبان حال سے کہہ رہی تھیں کہ۔

دامن سے وہ رکھے نہ رکھے دلربا لگی
لیکن ہماری خاک ٹھکانے سے آ لگی

گویا مادر وطن پاکستان خواہ کتنا ہی دامن جھٹکے مگر ہم اس سے وابستہ رہیں گے!

جب خالہ جان کو لحد میں اتارا گیا تو زبان پر مصرع آیا ـــــــ پہنچی وہاں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا!

اور پھر بحیثیت ایک تارک وطن ہونے کے وہ زبان حال سے کہہ رہی تھیں:۔

ہمارے دم سے ہے یوں تو جہان گل آباد
وطن وہی ہے جہاں ہے ہمارا دل آباد

ماضی کی یادیں اس قطعہ کی شکل میں نمودار ہوئیں

یادوں کا اک جھونکا لایا یاد تمہاری برسوں بعد
پہلے کبھی اتنا نہ روئے جتنا روئے برسوں بعد
اللہ کا بس نام ہے باقی' باقی سب ہے چھل فریب
کان پڑا یہ برسوں پہلے' سمجھ میں آیا برسوں بعد

ساتھ ہی قرآن کریم کی آیات ورد زبان تھیں:۔

کل من علیھا فان و یبق وجہ ربک ذوالجلال و الاکرام

قبرستان سے بادل ناخواستہ خالہ جان کو خاک نشین چھوڑ کر واپس ہوا تو زبان پر یہ شعر تھا:۔

موقع ملے تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنج ہائے گراں مایہ کیا کئے

پچھلے قریباً تین عشروں سے خالہ اپنی اکلوتی اولاد راس محمود کے پاس مضافات لندن میں رہائش پذیر تھیں اور پچھلے چند سال سے ضعیفی اور بیماری نے معذور کر دیا تھا۔ جس طرح برادرم راس محمود' ان کی اہلیہ گل رعنا اور بچوں نے ان کی خدمت کی وہ قابل رشک ہے۔ اللہ ان سب کو جزائے خیر دے۔

آپ سلسلہ کے نامور ستون اور مورخ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب (مصنف مجدد اعظم و انوار القران) یکے از رفیق حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی چھٹی اولاد تھیں۔ آپ کی والدہ حلیمہ بیگم بابو صفدر جنگ کوتوال امرتسر کی صاحبزادی تھیں۔ ڈاکٹر صاحب کے دو

لڑکے اور چھ بیٹیاں تھیں ان کے نام درجہ بدرجہ یوں ہیں۔

مرحومہ مہرالنساء (زوجہ حضرت مولانا محمد علی مرحوم مفسر قرآن و امیر جماعت)' ممتاز احمد فاروقی مرحوم (ڈپٹی چیف انجینئر ریلویز) میری والدہ مرحومہ زبیدہ بیگم (زوجہ حضرت مولانا محمد یعقوب خان مرحوم ایڈیٹر لائٹ و سول اینڈ ملٹری گزٹ)' محترمہ صالحہ بیگم مرحومہ (زوجہ چوہدری ظہور احمد صاحب مرحوم جن کے نام پر صالحہ ظہور احمد لائبریری واقع دارالسلام لاہور ہے)' پانچویں نمبر پر محترم نصیر احمد صاحب فاروقی مرحوم (سابق چیف الیکشن کمشنر پاکستان) تھے' چھٹے نمبر پر مرحومہ رضیہ فاروقی صاحبہ تھیں' اور ساتویں اور آٹھویں نمبر پر حامدہ بیگم (زوجہ عبد الرحمن صاحب مرحوم پرنسپل اور بانی ایبٹ آباد پبلک سکول) اور مرحومہ محمودہ بیگم (زوجہ شیخ محمود احمد صاحب آف غلام قادر اینڈ کمپنی' سیالکوٹ) دو جڑواں بہنیں تھیں۔ ان سب میں سے اب صرف محترمہ خالہ حامدہ بیگم صاحبہ حیات ہیں اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے آمین۔

آپ کا سن پیدائش ۲۱ ستمبر ۱۹۰۹ء ہے اور تاریخ وفات ۲۱ ستمبر ۱۹۹۹ء۔ آپ کی وفات لندن میں ہوئی دراصل وہ اکیسویں صدی کی خاتون تھیں جو کہ ایک سو سال قبل از وقت پیدا ہو گئیں اگر آپ کی نوے سالہ زندگی کا نچوڑ نکالا جائے تو شاید فارسی کا یہ مصرعہ اس کی ترجمانی کر سکے:۔

اے روشنی طبع تو برمن بلاشدی

مرحومہ کی روشن خیالی ہر موڑ پر دقیانوسی قدامت پرستوں کے ساتھ متصادم رہی۔ غیروں کے علاوہ اپنوں سے بھی نکتہ چینی کا سامنا کرنا پڑا گویا۔

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

رسم وقیود کی زنجیروں کو توڑ کر میدان زندگی میں مردانہ وار کود پڑنا جبکہ معاشرہ ان زنجیروں میں اس بری طرح جکڑا ہوا تھا خالہ جان کی ہمت و اعلیٰ حوصلگی کا منہ بولتا ثبوت ہے اسی معاشرتی گھٹن کو مرزا غالب نے خوب بیان کیا ہے۔

شیشے بغیر مر نہ سکا کوہ کن اسد
گم گشتہ خمار رسوم و قیود تھا

اس آخری زمانے کی جو نشانیاں قرآن کریم میں بیان ہوئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے۔

و اذا الموء دۃ سئلت بای ذنب قتلت(۸۱:۸'۹)

"جب زندہ درگور کی ہوئی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کی گئی"۔ اس لفظ قتل کے مفہوم میں وہ تمام مظالم ہیں جو ہمارا ہندو تہذیب سے متاثر معاشرہ عورتوں پر روا رکھتا تھا۔ والدین کا روایتی مشورہ اپنی بیٹی کے بیاہ کے متعلق ہوتا تھا کہ اب تمہاری میت ہی واپس آنی چاہیے۔ چاہے بیٹی اپنے خاوند کے ساتھ خوش ہو یا نہ ہو۔ اس سے توقع کی جاتی تھی کہ وہ تمام زندگی یہ گلے پڑا ڈھول بجاتی رہے۔ اس کی ذاتی زندگی اس کے تمام خواب اس گم گشتہ رسوم و قیود معاشرہ کی روایتوں سے ٹکرا کر چکنا چور ہو جائیں مگر عورت سے یہ توقع نہیں کی جاتی تھی کہ وہ ایک بے جوڑ اور بے ثمر تکلیف دہ رشتہ ازواج سے خلاصی حاصل کر کے خاندان کی ناک کٹوائے گی مگر خالہ جان کی رگوں میں قریشی فاروقی خون دوڑ رہا تھا وہ بھلا ان گم گشتہ رسوم و قیود کی قدغنوں میں کہاں آنے والی تھیں۔ خالہ نے **بسم اللہ مجریھا و مرسھا** کہتے ہوئے ایک اذیت ناک رشتہ ازواج منقطع کر

دیا اور اپنے پہلے شوہر سے علیحدگی حاصل کر کے اپنی زندگی کی ناؤ کو حالات کی منجدھار میں ڈال دیا۔ شاعر کے اس مشورہ پر کہ

"کشتی خدا پر چھوڑ دو' لنگر کو توڑ دو" پر عمل کیا۔

اور زندہ درگور ہونے کی بجائے میدان جنگ میں کودنے کو ترجیح دی۔

۱۹۴۳ء میں جس دن خالہ جان نے بحیثیت جونیئر کمانڈر رائل نیوی "فرنٹیر میل" کے ڈبہ میں قدم رکھا اور شمالی افریقہ کے محاذ جنگ پہنچنے کیلئے عازم سفر ہوئیں اسی دن وہ اس عالمگیر تحریک EMPOWERMENT OF WOMEN (عورتوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرو!) کے ہراول دستہ میں شامل ہو گئیں تھیں جو آج تمام دنیا میں جاری ہے۔ آج کل تو یہ عام سی بات ہے مگر آج سے ساٹھ سال قبل یہ ایک انقلابی قدم تھا۔ اور یہ اسی جرات مندانہ اقدام کا نتیجہ ہے کہ آج بفضل خدا ان کی نسلیں انگلستان کی سر زمین میں خدا کی وحدانیت اور حضور صلعم کی رسالت کی داعی ہیں۔ اس پہلے قدم کے بعد خالہ جان پر کیا بیتی یہ انکے پوتے کے الفاظ میں سنیئے۔ اپنی دادی کی شان میں ایک تعزیتی تقریر جو انہوں نے لندن جماعت کے اجتماع میں کی اس میں کہا:۔

"انا للہ و انا الیہ راجعون۔

"میری دادی رضیہ فاروقی' آٹھ بہن بھائیوں میں چھٹی تھیں۔ وہ حضرت ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور مصنف مجدد اعظم (دور حاضر کے عظیم مصلح کی سوانح حیات ہے) کی صاحبزادی تھیں وہ ۱۹۰۹ء میں پیدا ہوئیں (خالہ کی تاریخ وصال اور پیدائش ۲۱ ستمبر ہے گویا نوے سال پورے ہوتے ہی خالق حقیقی نے اپنے حضور بلا لیا)

آپ کی نشوونما جماعت احمدیہ کی بزرگ ہستیوں کے سایہ میں ہوئی ان بزرگوں میں سے چند یہ تھے:۔

- حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب پہلے جانشین امام ہمام!
- حضرت مولانا محمد علی صاحب جماعت لاہور کے پہلے امیر اور مرحومہ کے بہنوئی۔
- حضرت خواجہ کمال الدین صاحب' بانی اور امام ووکنگ مسلم مشن' انگلستان۔
- حضرت مولانا یعقوب خان صاحب' ممبر مجلس منتظمہ اور امام ووکنگ مسلم مشن' مرحومہ کے ایک دوسرے بہنوئی۔
- حضرت ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب' جماعت کے تیسرے امیر' جو کہ مرحومہ کے ایک سینئر بھانجے محمد احمد صاحب ولد مولانا محمد علی صاحب کے سسر تھے۔
- جناب ممتاز احمد فاروقی صاحب' ممبر مجلس معتمدین' انچارج فارن مشنز' آپ کے بڑے بھائی تھے۔
- جناب نصیر احمد فاروقی صاحب' معاون مترجم سپینش ترجمہ قرآن اور مفسر قرآن' مرحومہ کے ایک دوسرے بڑے بھائی تھے۔

مرحومہ ان عظیم دین حق کے پروانوں کے سایہ میں بلوغت کو پہنچیں اور اس ماحول نے آپ میں دین حق پر عمل در آمد اور تبلیغ کے جوش کو خوب گرمایا۔ وہ بیان کرتی تھیں کہ یہ زمانے بہت ہی حسین اور پر از تجلیات تھے۔ جب کہ برصغیر میں اسلام دوبارہ صعود کرنے لگا تھا۔ جبکہ حضرت مولانا محمد علی صاحب نے قرآن کریم کا مقبول ترین ترجمہ مکمل کیا۔ اور جب یہ شائع ہوا تو وہ جماعت کیلئے ایک مسرت کا نشان ثابت ہوا۔ وہ اس وقت ایک کم سن بچی تھی اور وہ کیا جانتی تھی کہ یہ ترجمہ ان کی ذاتی زندگی کی دنیا میں کیا انقلاب لائے گا۔ اسی دور میں مرحومہ کے والد نے "مجدد اعظم" مکمل کی۔ یہ اسی زمانے کا ذکر ہے کہ سب لوگوں سے مخفی ایک گمنام شخص فرد محمد نے افریقی امریکن لوگوں میں حضرت مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ متعارف کروایا۔ اور یہی لوگ بعد میں امریکہ میں "نیشن آف اسلام" بن کر ابھرے۔ "برلن مسجد" کی دوسری جنگ عظیم میں تباہی نے اس چھوٹی سی

جماعت کی دینی حمیت کو چیلنج کیا۔ میری دادی نے اپنا تمام زیور مولانا محمد علی صاحب کی "برلن مسجد بچاؤ" کی اپیل کے جواب میں دے دیا۔

۱۹۴۳ء میں مرحومہ نے بحیثیت جونیئر کمانڈر رائل نیوی میں شمولیت اختیار کی اور ان کی خدمات کو بحیثیت "ویلفیئر افیسر برٹش انڈین آرمی فار مڈل ایسٹ" برٹش انڈین آرمی کو مستعار دے دی گئیں۔ ان کی تعیناتی جی ایچ کیو قاہرہ میں کر دی گئی۔ اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں انہیں ارض مقدس' یونان' بحیرہ ایجئن کے جزائر جانا پڑا اور وہ سینائی اور شمالی افریقہ کے صحراؤں میں بھی گھومیں پھریں۔ ان کے لئے ایک یاد گار موقع ایسا آیا جبکہ وہ جنرل رومیل کی فوج کی فائرنگ کی زد میں آگئیں یہ وہ میدان جنگ تھا جو بعد میں فوجی تاریخ میں جنگ مرسی مطروح (قاہرہ کے مغرب میں واقع میدان) کے نام سے پکار کیا گیا۔ جنگ عظیم دوم کی برٹش انڈین آرمی والنٹیرز پر مشتمل دنیا کی تاریخ کی سب سے بڑی فوج تھی اور یہی فوج تھی جس نے آخری معرکہ جیتا اور قاہرہ کو بچالیا۔ جنگ کے اختتام پر شہنشاہ جارج ششم نے آپ کو "ایم بی ای" کے خطاب سے نوازا۔ مگر مرحومہ کی سب سے بڑی خدمت کرنل ارنسٹ راس مجنٹے کا قبول اسلام تھا۔ (Col. Ernest Ross Magenty) انہوں نے کرنل صاحب کو حضرت مولانا محمد علی صاحب کا انگریزی ترجمہ قرآن پڑھنے کیلئے دیا۔ جس کے نتیجہ میں ۱۹۴۵ء میں ان کی شادی کرنل صاحب موصوف سے پورٹ سعید کی جامع مسجد میں ہوئی۔ یہ کرنل صاحب موصوف میرے دادا تھے۔ اس رشتہ ازواج کے نتیجہ میں میرے والد راس محمود ۱۹۴۶ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن مجید کے اس عظیم ترجمہ نے کس طرح میری دادا اور دادی کی زندگی میں شائع ہونے کے تیس سال بعد ایک انقلاب پیدا کر دیا۔ میری بہنیں اور میں مرحومہ کے ممنون احسان و شکر گزار ہیں کہ انہوں نے ہمارے دلوں میں اسلام کی محبت پیدا کی اور گھر میں اسلامی ماحول پیدا کیا۔ مرحومہ ایک ادیب بھی تھیں اور ان کے مضامین "پیغام صلح" اور "تہذیب نسواں" میں شائع ہوتے تھے۔ مرحومہ نے ایک مختصر سوانحی خاکہ موسوم بہ "ایک جنتی روح اپنے خالق کی تلاش میں" اپنے بھائی نصیر احمد فاروقی کی زندگی کے کارناموں کے اور اوصاف کے بارے میں تحریر کیا۔ یو۔ کے احمدیہ مشن میں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کے مشن کی تبلیغ کے لئے مرحومہ نے موثر کردار ادا کیا اور حضرت ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کی پہلی اور بعدازاں انگلستان آمد ممکن بنانے میں آپ کا ہی ہاتھ تھا۔ میری دادی جان ۲۱ ستمبر ۱۹۹۹ء رات بارہ بج کر دس منٹ پر ہم سے جدا ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملیں۔ یہ دن ۹۰ سال پیشتر آپ کا یوم پیدائش بھی تھا۔ قرآن کریم فرماتا ہے' اے مطمئن روح! اپنے رب کے پاس لوٹ آ' تو اس سے راضی وہ تجھ سے راضی' پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں بھی! مرحومہ کی خواہش تھی کہ وہ جنت میں حضرت امام زمان کی جماعت میں داخل ہو سکیں اور اپنے محبوب باپ کے قدموں میں جگہ پا سکیں۔ آخری ایام میں پچھلے سات سال سے وہ مغفرت کیلئے دعا کرتی رہیں اور درود پڑھتی رہیں۔ وہ کہا کرتی تھیں کہ سچے دل سے درود پڑھنے سے خدا تعالیٰ نا قابل تصور طاقتیں حرکت میں لے آتا ہے۔ اور فرشتوں کا نزول شروع ہو جاتا ہیں۔ "حضور صلعم نے ایک دفعہ فرمایا:۔ درود پڑھنے سے میرے ساتھ ایک تعلق قائم کر لیتے ہو اور پھر مجھ پر فرض ہو جاتا ہے کہ جب تم فوت ہو گے تو میں تمہارے لئے خدا تعالیٰ کے حضور تمہارے لئے وکالت کروں" وہ تلقین کرتی تھیں کہ اٹھتے بیٹھتے ڈرائیونگ کرتے' آرام کرتے ہمیشہ درود پڑھتے رہنا چاہیے۔

یہاں پر عزیزم اسد کی تعزیتی تقریر ختم ہو جاتی ہے۔

اور میں ہر قاری کو جو یہ تحریر پڑھ رہا ہے سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ بھی حضور صلعم پر درود بھیجے۔ اور مرحومہ کی مغفرت کیلئے دعا کرے' یقیناً اس درود کی برکت سے خالہ جان مرحومہ کے لئے اللہ تعالیٰ مغفرت اور رحمت کے دروازے کھول دے گا۔

بانی سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ ہر ایک فوت شدہ مومن و مومنہ کی قبر میں ایک کھڑکی بجانب بہشت کھول دی جاتی ہے اور لواحقین کی دعاؤں اور صدقہ خیرات سے وہ کھڑکی کشادہ ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ وہ دروازہ بن جاتی ہے اور متوفی کی روح دروازہ سے گزر کر جنت میں داخل ہو جاتی ہے۔ سب قارین سے درخواست ہے کہ وہ درود و دعائے مغفرت سے اس کھڑکی کو کشادہ کروائیں اور اس طرح یہ پاک روح اپنے عظیم باپ کے قدموں میں جا کر بیٹھ جائے اور داخل جنت ہو جائے۔ آمین!

○ ایک پر عزم خاتون رضیہ خالہ

ناصر احمد خلف الرشید ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم

ہم انہیں ہمیشہ رضیہ خالہ ہی کہتے تھے حالانکہ وہ ہماری والدہ کی خالہ تھیں۔ ان کا خیال آتے ہی ذہن چالیس کی دہائی کے آخری سالوں کی طرف چلا جاتا ہے جب گھر کے سب لوگ ان کے گھر واقع ۸ ڈیوس روڈ پر انہیں ملنے جاتے۔ رضیہ خالہ اکثر اپنے کپڑوں کی سلائی کے کاروبار میں مصروف ہی نظر آتیں۔ جہاں انہوں نے چند ضرورتمند خواتین کو ملازم رکھا ہوا تھا۔ اس زمانے میں وہ خواتین بھی خالہ جان کی ضرور مشکور ہوں گی کہ خواتین کے ماحول میں ان کو ایک پروقار ذریعہ معاش کا بندوبست کر رکھا تھا۔ ان کا چھوٹا بیٹا جس کو پیار سے کوکو (راس محمود) کہہ کر بلاتے تھے' قریب ہی کھیلتا نظر آتا تھا۔ ان دنوں یہ بات بڑی عجیب نظروں سے دیکھی جاتی تھی کہ کوئی عورت گھر بار سنبھالنے کی بجائے کوئی کاروباری ادارہ چلائے۔ آج کل تو یہ عام سی بات ہو گئی ہے۔ جب ہم لوگ لاہور سے کراچی چلے گئے تو وہ اکثر راس محمود کے ساتھ ہم لوگوں کو ملنے کراچی آیا کرتی تھیں۔ اگرچہ ان کی رہائش ان کی ہمشیرہ بیگم شیخ محمود احمد صاحب کے پاس کیفے گرینڈ میں ہوتی تھی جو ہمارے گھر سے ایک میل کے فاصلہ پر تھا۔ جب پچاس کی دہائی میں میں تعلیم کے سلسلہ میں ایف سی کالج' لاہور میں داخل ہو گیا تو میرے کزن اور گہرے دوست احمد نواز صاحب ہم دونوں خالہ جان کو ملنے ضرور جایا کرتے تھے لیکن ان کے گھر کا ماحول ہمیشہ ایک جیسا ہی ہوتا۔ درزیوں اور کپڑے کی سلائی میں مصروف۔ اب صرف اتنا ہو گیا تھا کہ اب راس محمود چھوٹے بچے سے بڑھ کر جوان ہو گیا تھا۔ خالہ جان اپنی مصروفیت کے باوجود گھر کے سب لوگوں کی خیریت ضرور معلوم کرتیں اور اچھے اچھے کھانے پینے کی چیزوں سے بڑے پیار سے ہماری خاطر مدارات کرتیں۔ ہمیشہ سے ان کا یہی طریق رہا اور جب وہ انگلستان چلی گئیں اور جب کبھی وہاں جانے کا اتفاق ہوتا تو خاطر مدارات اور آؤ بھگت میں وہی گرمجوشی' محبت اور شفقت کا رنگ ہوتا۔

جب میں ۱۹۶۰ء کے آخر میں انگلستان سے واپس آیا تو مجھے راس محمود کا ایک خط آیا۔ جو اب لاہور سے لندن منتقل ہو چکے تھے کہ میں لندن ضرور آؤں۔ اس وقت تو میرا وہاں جانا ممکن نہ تھا لیکن جب میں پاکستان انٹرنیشنل ایرلائنز میں ملازم ہو گیا تو اکثر لندن کا چکر لگتا اور میں خالہ جان کے گھر میں ٹھہرتا۔ اس وقت انہوں نے کرایڈن کے قریب گھر خرید لیا تھا اور گذشتہ ۳۰ سال سے وہ اسی گھر میں رہ رہی تھیں۔ ان کا گھر پاکستان سے تمام عزیز رشتہ داروں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا اور دونوں ماں اور بیٹے لوگوں کی نہایت خندہ پیشانی سے آؤ بھگت اور خدمت کرتے۔

رضیہ خالہ کی زندگی پاکستان کی طرح انگلستان میں بھی انتہائی مصروف رہتی تھی۔ ان کو آرام شاید پسند ہی نہ تھا۔ اگر خود کا کوئی کام نہ ہوتا تو پاکستان اور دوسرے ملکوں سے آئے ہوئے لوگوں کو ملازمت اور سکونت کے سلسلہ میں رہنمائی اور مدد کرنے میں مصروف رہتیں۔ خاص طور پر بیمار یا مسائل میں گرفتار عزیزوں' دوستوں اور رشتہ داروں کی خبرگیری میں کسی قسم کی کوتاہی یا

سستی نہ کرتیں۔

عورتوں کی بہبود اور ان کو زندگی کے مختلف شعبوں میں آگے بڑھنے میں ترغیب اور مدد دینے کے سلسلہ میں ان کے کارنامے نہایت شاندار ہیں جن کی تفصیل کیپٹن عبدالسلام خاں صاحب نے اپنے مضمون میں دے دی ہے۔ خالہ جان نے اکیلے ہونے کے باوجود اپنے بیٹے راس محمود کی تعلیم و تربیت اور نگہداشت کے کمال محنت صبر اور ایثار کا نمونہ دکھایا۔

رضیہ خالہ ہر لحاظ سے ایک شاندار خاتون تھیں اور یہ ان کی خوش قسمتی ہے کہ ان کا بیٹا' ان کی بہو' ان کا پوتا اور ہم سب نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے اور ان کی عزت کو آگے بڑھایا ہے۔ مجھے فخر ہے کہ میں نے نہ صرف اس عظیم خاتون کو قریب سے دیکھا اور ان کی شخصیت سے کئی لحاظ سے متاثر ہوا بلکہ ان سے رشتہ داری کا اعزاز بھی حاصل ہے۔ آخر میں میں صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ شاید اب ایسے لوگ نہیں پیدا کرتا۔

رضیہ خالہ! میں محنت' خدمت اور ایثار کے ان نیک مثالوں کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں جو آپ ہمارے لئے بطور ورثہ چھوڑ گئی ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کی غیر موجودگی کو بری طرح محسوس کروں گا اور آپ بہت یاد آئیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سایہ عاطفت میں جگہ دے۔ آمین!

○ مصر میں عربی زبان میں تراجم اور کمپوزنگ کا پروگرام

محترمہ ثمینہ ساہو خاں کا ستمبر میں قاہرہ کا مختصر دورہ

کچھ عرصہ سے ہم یہ محسوس کر رہے تھے کہ ہمارے لٹریچر کا عربی زبان میں ترجمہ کی سخت ضرورت ہے کیونکہ عرب ممالک میں اکثر مسلمان عربی میں ہی لٹریچر سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ کئی عرب مسلمانوں نے ہماری اس طرف توجہ دلائی کہ انگریزی تفسیر کا عربی میں ترجمہ ہونا چاہئے کیونکہ اس طرح کی تفسیر عربی زبان میں نہیں ہے۔ انہوں نے یہ بھی خواہش ظاہر کی کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عربی کتب کی اشاعت عرب ممالک میں کی جائے تاکہ وہاں کے مسلمان براہ راست ان کی کتب کو پڑھ کر ان کے دعاوی اور علم کلام کو سمجھ سکیں۔ اس غرض کے لئے میں نے مصر جانے کا پروگرام بنایا تاکہ عربی میں ترجمہ اور کمپوزنگ کے انتظامات کا جائزہ لے سکوں۔

میں ۲۵ ستمبر کو قاہرہ پہنچی۔ دوسرے دن میں محترم بھائی اشرف صالح اور ان کی سالی محترمہ بہن حمت سے ملی۔ محترم بھائی صالح صاحب نے کئی ہفتہ پیشتر ہم سے رابطہ قائم کیا اور ان کی خواہش تھی کہ ہم اسلام سے متعلق ان کے مضامین اپنے ویب سائٹ پر شائع کریں۔ انہوں نے مجھے گھر آنے کی دعوت دی اور ہم نے عربی میں ترجمہ اور کمپوزنگ کے متعلق تفصیل سے گفتگو کی۔

ایک قابل مترجم کی دو دن تک تلاش میں رہنے کے بعد خدا کے فضل سے ایک ممتاز کاروباری شخصیت جناب صلاح الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ میں ان کی فراخ دلی' اخلاص اور اسلام کے لئے جذبہ سے بے حد متاثر ہوئی۔ انہوں نے قاہرہ یونیورسٹی کے ایک ریٹائرڈ پروفیسر ڈاکٹر عبدالطہیر علی حسن سے ملاقات کا انتظام کرایا۔ ڈاکٹر حسن ترجمہ کا کام ہی کر رہے ہیں۔ ان سے ایک لمبی میٹنگ ہوئی اور اس میں فیصلہ ہوا کہ پہلے ہم انگریزی قرآن مجید کے دیباچہ' حواشی اور انڈیکس کا عربی میں ترجمہ کریں۔ اس کے بعد دیگر کتب کے ترجمہ کا کام شروع کیا جائے۔ خدا کا شکر ہے ڈاکٹر حسن نے ترجمہ کا کام میرے وہاں سے روانہ ہونے سے

پیشتر شروع کر دیا تھا۔

اس عرصہ میں محترمہ بہن حمت نے ایک اور قابل بہن راندہ ذوالفقار سے تعارف کروایا۔ وہ بھی ترجمہ کا کام کرتی ہیں۔ میں ان سے ایک ہوٹل میں کچھ گھنٹوں کے لئے ملی۔ وہ کافی پڑھی لکھی خاتون ہیں اور میں نے ان کو "محمد دی پرافٹ" ترجمہ کرنے کی بات کی۔ انہوں نے اپنے ایک کزن محمود صاحب سے ملنے کا انتظام کیا جو کہ قاہرہ کے ایک مشہور اخبار میں کام کرتے ہیں۔ محترم محمود صاحب نے عربی تراجم کو کمپیوٹر پر کمپوز کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی ہے۔ محمود صاحب اکیس سال کے نہایت محنتی اور ذہین نوجوان ہیں۔

میں الازہر یونیورسٹی اور اس کے شعبہ تراجم بھی گئی۔ پہلے روز تو میں اکیلی گئی اور عربی نہ جاننے کی وجہ سے جگہ تلاش کرنے اور ادھر ادھر جانے میں کافی دقت ہوئی اور جب تک میں یونیورسٹی لائبریری اور شعبہ تراجم تلاش کر سکی اس وقت تک وہ بند ہو چکے تھے۔ کئی دنوں کے بعد میں محترم بھائی محمود صاحب کے ساتھ لائبریری کے قدیم حصہ میں گئی۔ وہاں نائجیریا کے ایک نوجوان طالب علم سے ملاقات ہو گئی جو کہ الازہر یونیورسٹی میں اسلامی قانون پڑھنے آیا ہوا تھا۔ اس نے ہمیں لائبریری کے مختلف حصوں کو دکھانے کی پیشکش کی۔ میری یہ خواہش تھی کہ میں ریلیجن آف اسلام کے عربی ترجمہ کو تلاش کر سکوں جو کہ میرے علم کے مطابق ۱۹۵۱ء میں شائع ہوا تھا۔ دو گھنٹے کی سخت تلاش کے بعد ہمیں حضرت مولانا محمد علی صاحب کی صرف دو کتابوں کا پتہ چلا یعنی انگریزی "ریلیجن آف اسلام" اور "مینول آف حدیث"۔ دونوں کتابیں بڑی بری حالت میں تھیں' پرانی تھیں۔ میں لائبریری کے انچارج کے پاس گئی کہ میں حضرت مولانا محمد علی کی تمام کتب کے نئے ایڈیشن کا مکمل سیٹ آپ کو ارسال کر دوں گی۔ وہ بے حد خوش ہوئی اور اس نے کہا کہ ایک سیٹ نہیں بلکہ پانچ سیٹ ارسال کریں۔

وہاں سے ہم لائبریری کے جدید حصہ میں گئے جو کہ چند سال پیشتر ہی تعمیر ہوا ہے۔ وہاں سخت حفاظتی انتظامات تھے اور ہم بڑی مشکل سے اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو سکے۔ میں نے انچارج افسر سے درخواست کی کہ وہ کمپیوٹر پر "ریلیجن آف اسلام" کے عربی ترجمہ کی تلاش کرنے میں میری مدد کرے۔ کافی تلاش کے بعد وہ عربی میں ترجمہ کا نمبر تلاش کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس نے کہا کہ اسے اجازت نہیں کہ وہ اس کی فوٹو کاپی دے سکے۔ میں نے بڑی منت سماجت کی اور بالآخر وہ پرنٹ دینے پر رضامند ہو گیا۔

پھر میں اوپر کی منزل میں گئی تاکہ کسی طرح اس کتاب کو حاصل کروں۔ میں نے ایک دروازہ کھولا اور دیکھا کہ ایک عمر رسیدہ شخص جس کے چہرہ سے شرافت ٹپک رہی تھی وہ ایک بڑی میز پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کا کمرہ ایک بڑا وسیع دفتر تھا۔ میں نے مترجم کے ذریعہ اس سے گفتگو شروع کی اور اس کو مصر اور پھر الازہر یونیورسٹی کی لائبریری میں آنے کی غرض کی تفصیل بیان کی۔ اس نے بڑی خندہ پیشانی سے میری گفتگو سنی اور وعدہ کیا کہ وہ میری ہر ممکن مدد کرے گا۔

بعد میں پتہ چلا کہ وہ چیف لائبریرین ڈاکٹر خلیفہ محمد ہیں۔ انہوں نے اپنے عملہ کے ایک کارکن کو اس کتاب کو حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے اپنے ایک دوست ڈاکٹر شلابی کو فون کیا جو کہ بڑی اچھی انگریزی بولتے تھے اور اس سے میری فون پر بات کروائی۔ جب میں نے ڈاکٹر شلابی سے پوچھا کہ کیا انہیں "ریلیجن آف اسلام" کے متعلق کچھ علم ہے تو انہوں نے فوراً کہا کہ اس "لاہور کے عظیم عالم" کی کتاب۔ میں نے کہا بالکل۔ اس نے کہا کہ انکے پاس انگریزی اور عربی دونوں ایڈیشن ہیں لیکن وہ ان کو کسی طرح بھی دوسرے کو نہیں دیں گے۔ ڈاکٹر شلابی نے چند مشہور کتب فروش فرموں کے نام دیئے تاکہ میں ان سے اس

کتاب کے بارے میں معلوم کر سکوں۔

ڈاکٹر خلیفہ نے دس سے زیادہ کتب فروشوں کو اس کتاب کے بارے میں فون کیا لیکن یہ کتاب دستیاب نہ تھی کیونکہ یہ ختم تھی۔ اسی عرصہ میں وہاں کا ایک کارکن کتاب لے کر آیا اور میں نے اس کو دیکھا۔ یہ کتاب صرف پہلے دو بابوں پر مشتمل تھی۔ مجھے بتایا گیا کہ مترجم ابھی تیسرا باب کر رہا تھا کہ اس کی وفات ہو گئی۔ ڈاکٹر خلیفہ نے بڑی مہربانی سے اس کتاب کی جو دو ابواب پر مشتمل تھی اس کو مجلد کروا کر مجھے دی۔

ڈاکٹر خلیفہ کو پتہ تھا کہ میں ایک احمدی ہوں اور یہ کہ مولانا محمد علی ہماری جماعت کے پہلے امیر تھے۔ انہوں نے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عربی کتب کو دیکھا جو کہ میرے پاس تھیں۔ انہوں نے میری بے حد مدد کی۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہے کہ ان کو لاہور کے احمدیوں کے خلاف کوئی تعصب نہ تھا۔

ڈاکٹر خلیفہ نے کہا کہ میں مصر میں مہمان ہوں اس لئے انہوں نے مجھے کھانے پر مدعو کیا۔ لیکن میرا قیام چونکہ انتہائی مختصر تھا اس لئے میں نے اس دعوت کو قبول کرنے سے معذرت کی۔ انہوں نے اصرار کیا کہ اب جب کبھی میں قاہرہ آؤں تو ان کے ہاں ضرور ٹھہروں اور ان کے گھر والوں سے ملوں۔

دوسرے دن محترمہ بہن راندہ مجھے جمعہ کے لئے الازہر مسجد لے گئیں۔ مسجد میں تقریباً دو ہزار نمازی تھے۔ مجھے مسجد کی وسعت اور طرز تعمیر نے بے حد متاثر کیا۔ یہ مسجد ۹۸ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ ۲ اکتوبر ہفتہ کے دن میں قاہرہ سے امریکہ کے لئے روانہ ہو گئی۔

میں اللہ کا شکر ادا کرتی ہوں کہ میرا یہ جانا بے حد مفید رہا اور اس تھوڑے عرصہ میں بہت کچھ کام ہو سکا۔ کچھ سال پہلے جب میں حضرت امیر محترم ڈاکٹر سعید احمد خاں صاحب کے پاس بیٹھی ہوئی تھی تو انہوں نے بتایا تھا کہ "ریلیجن آف اسلام" کا عربی ترجمہ الازہر یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے اور یہ کہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کی عربی کتب کو عرب ممالک میں پھیلانا بے حد ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے کہ میں ان کی اس خواہش کو عملی جامہ پہنا سکوں۔

○ سینٹ پیٹرز برگ، روس سے جناب والیو رینات کا خط: روسی ترجمۃ القرآن کی روس میں مانگ

"سینٹ پیٹرز برگ" کے مسلمان مولانا محمد علی کے روسی ترجمۃ القرآن معہ دیباچہ اور تفسیر سے اب متعارف ہوئے ہیں۔ ہماری رائے میں یہ نہایت عمدہ اور مبسوط کتاب ہے جو موجودہ دور کی عظیم کتب میں شمار کی جا سکتی ہے۔ سینٹ پیٹرز برگ کے تاتاری مسلمانوں کی تنظیم کو اس تفسیر کی ۱۰۰ کاپیاں کاسان کے مدرسہ جو جمہوریہ تاتارستان کا صدر مقام ہے ان کے امام کی طرف سے موصول ہوئی ہیں۔ امام صاحب نے اس کا مطالعہ کیا اور اس کو روسی زبان میں نہایت صحیح اور تفصیلی ترجمہ پایا۔

ہماری اطلاع کے مطابق اس تفسیر کی طباعت اور اشاعت آپ کے ادارے کی طرف سے ہوئی ہے۔ بہرحال ۵۰ لاکھ کی آبادی کے لئے ۱۰۰ کاپیاں سمندر میں ایک قطرہ کے مترادف ہے۔ ہم آپ کی سوسائٹی سے درخواست کرتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو کم از کم ۱۰۰۰ کاپی ارسال کریں۔ یا اگر ممکن ہو تو اس سے بھی زیادہ۔ ہمیں افسوس ہے کہ ۱۹۹۸ء کی روس میں معاشی بدحالی کی وجہ سے ہماری تنظیم کی مالی حالت کافی مخدوش ہے لیکن پھر بھی ہم آپ کی پیشکش پر ضرور غور کریں گے۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت اور خوشحالی عطا کرے تاکہ آپ اس عظیم کام کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں۔